الفاظ کی ساحرہ کا...... ''خواب سحر''

ذوالفقار علی بھٹو مقتول کی سالگرہ پر اُن کے والد سر شاہنواز بھٹو نے اُنہیں نپولین کی سوانح عمری اور کمیونسٹ مینی فیسٹو تحفہ میں دیا تھا۔شاید یہی اصل بھٹو تھا جو نپولین کی طرح سب کچھ چھینا اور کمیونسٹوں کی طرح سب کچھ مساوی بانٹنا چاہتا تھا۔یہ کتاب مجھے میری سالگرہ کے دن موصول ہوئی اور میں سمجھتا ہوں کہ کسی کتاب کا سالگرہ کے دن ملنا انتہائی نیک شگون ہوتا ہے۔شاعری اللہ کا فضل یا احسان نہیں انعام ہے۔ جو صرف دینے والا ہی جانتا ہے وہ کس خوبی کی بنیاد پر کس کو کیا عطا کر رہا ہے۔زمین پر موجود ہر انسان کچھ نہ کچھ کہنا چاہتا ہے لیکن اظہار کا سلیقہ اور بات کا ڈھنگ سب کو کہاں عطا ہوتا ہے۔ایسے موقعہ پر مجھے اپنے بھائی نما دوست خواجہ جمشید امام کا ایک شعر اکثر یاد آجاتا ہے کہ

بات کچھ بھی نہیں ہوتی ہے مگر وہ قاتل

بات کرتا ہے تو پھر بات بنا دیتا ہے

ذاتِ باری تعالٰی نے انسان سے جنت سے بڑا کوئی وعدہ نہیں کیا لیکن دنیا کی ہر وہ عورت جو تخلیق کے کرب سے گزرتی ہے جنت اُس کے قدموں تلے آجاتی ہے۔اللہ خالق ہے اور جسے وہ تخلیق کی صلاحیت عطا کرتا ہے وہ اُسکا منظورِ نظر ہوتا ہے۔اچھی شاعری اپنے عصری تقاضوں کو بھی پورا کرتی ہے اور زمانے بدلنے کے بعد بھی زندہ رہتی ہے۔اس کتاب میں جا بجا بکھرے خوبصورت اشعار نہ صرف چونکا رہے ہیں بلکہ شعری لذت سے دل و دماغ کو ایک خوبصورت احساس سے متعارف بھی کروا رہے ہیں۔میرے نزدیک آسان لکھنا دنیا کا مشکل ترین کام ہیں اور میں سیمنہ سحر کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ اُنہوں نے روز مرہ کی آسان ترین زبان کو اپنے اظہار کا ذریعے بنا کر اپنے شاعرانہ رتبے کو مزید بلند کر لیا ہے۔یہ شاعری ہے تقدیسِ محبت کی ہجر کے قیامت خیز لمحوں کی محبوب سے التجا یہ شکووں کی دوستی کے عظیم رشتے کی جمالیاتی تشریح کی اور بے رحم موت کے ہاتھوں دم توڑتی عزیز ترین شے کی۔سادگی اور برجستگی کا یہ نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

جو دل کے پاس ہوتے ہیں بہت ہی خاص ہوتے ہیں

بہت جو خاص ہوتے ہیں، خدا کے پاس ہوتے ہیں

''موت کی حقیقت'' انتہائی خوبصورت نظم ہے جسے پڑھتے ہوئے مجھے بار ہا موت اور زندگی کا احساس اپنے وجود میں محسوس ہوا

اس جیون کا حاصل تم ہو

رستہ تم ہو منزل تم ہو

پھر کیوں اتنی ویرانی ہے؟

کیوں آنکھوں میں حیرانی ہے؟

وطن عزیز کے حالات کی طرح قومی زبان بھی زبوں حالی کا شکار ہے۔ایسے میں اگر کوئی صنفِ نازک شیکسپیئر کے دیس سے ''دیسی زبان'' میں جل ترنگ بجانے کی جسارت کرے تو حقیقی معنوں میں مسیحائی کی تاثیر روح تک اتر آتی ہے۔ہمیں زبان کے بند دروازے اور

کھڑکیاں کھول کر رکھنا ہوں گی تا کہ تازہ الفاظ ٔعلامتیں اور استعارہ دستک دیئے بغیر اس عظیم ورثے کے تاج محل کا حصہ بنتے رہیں۔ یہی زندگی ہے اور یہی وہ حقیقی وراثت بھی جو ہم نے اضافے کے ساتھ اگلی نسلوں کو منتقل کرنی ہے۔ بقول شاعرہ ''یہ شاعری نہیں زندگی ہے مری'' ...... میرا وجدان شاعرہ کو مستقبل قریب کی اہم ترین شاعرہ کے روپ میں دیکھ رہا ہے اور میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا گو ہوں کہ اِن کا شوق، ذوق اور جوش ہمیشہ الفاظ کا روپ دھار کر آپ کے زندہ ہونے کا اعلان کرتے رہیں۔

دعاؤں کا طلب گار و دعا گو

سہیل احمد لون